معاشرتی بدامنی کے معاشی اسباب کا تحقیقی مطالعہ

حصہ دوم

از ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

۷۔ ماپ تول میں بدعنوانی:

تجارت اور باہمی لین دین میں ماپ تول کی کمی تجارتی لحاظ سے بہت سنگین جرم ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فاوفوا الكيل والميزان ولا تبخسوا الناس اشياء هم ولا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها﴾[1]۔

ترجمہ: پس ماپ اور تول کو پورا اور لوگوں کو ان کے حقوق گھٹا کر نہ دو اور ملک میں اصلاح ہونے کے بعد فساد نہ کرو۔

''تین چیزیں ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ الکیل والمیز ان

سے مراد محض ماپ تول کی پیمانے نہیں بلکہ وسیع تر معنوں میں اس سے حقوق العباد کی پوری پوری ادائیگی ہے۔ یعنی جو لوگ دولت و ذرائع پر اجارہ داری جما کر عوام الناس کو بے کار اور محروم کر دیتے ہیں، وہ الکیل والمیز ان کو پورا نہیں کرتے ہیں''۲۔

اس طرح کے لوگ ہمیشہ معاشی استحصالی میں مصروف رہتے ہیں اور اس مجموعے کا نام فساد فی الارض کے معنی میں لیا جاتا ہے کہ کس طرح یہ لوگ دوسرے لوگوں کو معاشی اور اخلاقی دھوکہ دیتے ہیں اور انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر اس کا نقصان معاشرے میں ہوتا ہے۔

تجارت میں وزن اور ماپ کا دھیان رکھنا بہت ضروری ہے کیوں کہ مال تجارت میں اس کی کمی اس مال کو حلال سے حرام کے راستے پر لے آتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ولا تنقصوا المکیال و المیزان﴾۳۔

ترجمہ: اور تم ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو۔

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿اوفوا الکیل ولا تکونوا من المخسرین﴾۴۔

ترجمہ: تم لوگ پورا ناپا کرو اور (صاحب حق کا) نقصان مت کیا کرو۔

ایک اور ارشاد ربانی ہے:

﴿اوفوا المکیال والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاء هم ولا تعثوا فی الارض مفسدین﴾۵۔

ترجمہ: تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو (انصاف سے) اور لوگوں کا ان چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے حد سے مت نکلو۔

ماپ تول میں کمی کر کے اپنے مال کو بیچنا بہت برا کام ہے اور پھر اس پر یہ کہنا کہ وزن میں یہ مال بالکل درست ہے اس سے بھی برا ہے اور اس کا اثر معاشی ترقی پر بہت برا پڑتا ہے۔

بعض لوگ ماپ تول میں کمی کر کے چیز کو جب بیچتے ہیں تو پھر قسم کھا لیتے ہیں کہ یہ بالکل صحیح، بے عیب اور پوری ہے، گناہ کر کے قسم کا گناہ بھی لے لینا یعنی دونوں گناہ یہ لوگ کماتے ہیں۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

''حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بات نہ کرے گا قیامت کے دن نہ ان کی طرف دیکھے گا (رحمت کی نگاہ سے) نہ ان کو پاک کرے گا (گناہوں سے) اور ان کو دکھ کا عذاب ہوگا۔ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا تو ابوذرؓ نے کہا برباد ہوگئے وہ لوگ اور نقصان میں پڑے وہ کون ہیں یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا ایک تو لٹکانے والا آزار کا، دوسرے احسان کا جتانے والا، اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر اپنے مال کی نکاسی کرنے والا''[6]۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ویل للمطففین ۝ الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون ۝ واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون﴾[7]۔

ترجمہ: ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لئے تباہی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کرلیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔

ماپ تول کو پورا کرنے کے احکامات سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشی ترقی میں اس کی

کس قدر اہمیت ہے اور اس میں بگاڑ سے معاشرہ میں بدامنی جنم لے گی۔

۸۔ذخیرہ اندوزی:

عربی میں ذخیرہ اندوزی کے لے لفظ احتکار بھی استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہے چیزوں کو روک لینا۔

''حکر: الحکر ادخار الطعام للتربص وصاحبه محتکر''۸۔

ترجمہ: حکر کے معنی ہیں انتظار کے لئے کھانے یا کھانے کی چیزوں کا ذخیرہ کرنا جو یہ کام کرتا ہے وہ محتکر کہلاتا ہے۔

احتکار یہ ہے کہ قیمتوں کو چڑھانے کی غرض سے مال کی رسد کو روک لیا جائے یعنی بازار میں کسی چیز کی مانگ ہو وہ چیز موجود ہو لیکن فروخت نہ کی جائے۔

''بعض علماء سلف کے نزدیک نہ صرف غلہ بلکہ ان تمام عوامی ضروریات سے متعلق اشیاء کی ذخیرہ اندوزی منع ہے جن کے کچھ عرصہ بازار میں نہ آنے سے عوام میں بے چینی پیدا ہوسکتی ہے مثلاً ایندھن، دوائیں، چینی وغیرہ''۹۔

''ذخیرہ اندوز وہ شخص ہے کہ خوراک اور دیگر ضروریات زندگی کو جن کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے خرید لیتا ہے اور اس امید پر روکے رکھتا ہے کہ کسی وقت جب ان کی قیمتیں چڑھ جائیں گی تو ان کو فروخت کردے گا ایسا شخص صارفین پر سخت ظلم کرتا ہے''۱۰۔

حضور ﷺ نے متعدد احادیث میں احتکار کی ممانعت فرمائی ہے۔

ترجمہ: حضرت سعید بن عمر الاشعی سے معمر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوائے گنہگار کے کوئی احتکار نہیں کرتا''۱۱۔

''زمانہ حاضر میں ذخیرہ اندوزی یا احتکار ایک معمول بن چکا ہے اور اسے برائی نہیں سمجھا جاتا اور یہی وجہ ہے کہ قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور اور رسد طلب کے مقابلے میں بہت کم ہو جاتی ہے'' ۱۲۔

'احتکار خودغرضی کی انتہا ہے۔ جو لوگ اشیاء کو ترس رہے ہوں ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جائے اور اس سلسلے میں جانی نقصان کی بھی پرواہ نہ کی جائے اس لئے حضور ﷺ نے ایسا کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے کیوں کہ یہ تجارت نہیں بلکہ لوٹ مار، ڈاکہ زنی اور خونخواری ہے'' ۱۳۔

''حفظ الرحمٰن سیوہاروی'' ذخیرہ اندوزی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس کے نتیجے میں قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور یہ حرکت اسلامی قانون میں حرام ہے۔ آدمی کو سیدھی سیدھی تجارت کرنی چاہیئے اور جان بوجھ کر اشیائے ضرورت کی قلت پیدا کر دینا تاجر کو لٹیرا بنا دیتا ہے اور اس سے معاشرہ بھی تنگ ہوتا ہے اور غریب عوام پر بھی بوجھ پڑتا ہے'' ۱۴۔

ذخیرہ اندوزی کرنے والا شخص بہت ہی برا اور گھٹیا ہوتا ہے کیوں کہ کھانے پینے کی چیزوں کو روکے رکھنا انسانیت کے منافی ہے اور اس طرح کا شخص دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوگا۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

''حضرت عمر سے روایت ہے میں نے سنا آنحضرت ﷺ سے آپ ﷺ فرماتے تھے جس نے مسلمانوں پر احتکار کیا کھانے کی چیزوں کا تو اللہ تعالی اس کو جذام یا افلاس میں مبتلا کرے گا' ۱۵۔

غرض احتکار یا ذخیرہ اندوزی ایک ایسی معاشی بیماری ہے جس میں احتکار کرنے والا صرف یہی نہیں کہ معاشرے کے دوسرے افراد کو نقصان پہنچانے کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ اس طرح وہ پوری ملکی معیشت کو فساد کی راہ پر لگاتا ہے اور بازار کی فطری روش میں خلل انداز ہو کر مجموعی طور پر پورے معاشرے کو مصائب سے دوچار کرنے کا سبب بنتا ہے اور یہ ایک بہت بڑے ظلم کے مترادف ہے۔

۹۔نفع اندوزی:

چیزوں کی قیمت ان کی اصل قیمت سے بہت زیادہ وصول کرنا نفع اندوزی کہلاتا ہے۔غذائی قلت کے زمانہ میں غذائی اجناس کے نرخ رسد کی کمی کے سبب چڑھ جاتے ہیں لیکن بڑھتی ہوئی قیمتوں کو اور زیادہ بڑھانے اور قلت سے پیدا ہونے کی صورت حال سے فائدہ اٹھا کر زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کیلئے تاجران ان اشیاء کا ذخیرہ کر کے رسد میں مصنوعی طور پر مزید کمی کر دیتے ہیں جس سے نرخ اور گراں ہو جاتے ہیں اور تاجر اصل قیمت کی دگنی قیمت وصول کر کے معاشرے کو نقصان پہنچاتے ہیں ۔اس طرح شرعاً ممنوع اور یہ قابل تعزیر جرم ہے۔یہ افراد اپنی اجارہ دارانہ حیثیت سے فائدہ اٹھا کر عوام سے من مانی قیمتیں وصول کرتے ہیں ۔بعض اوقات یہ شروع میں مال زیادہ خرید لیتے ہیں ۔دوسروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر سستا خریدتے ہیں اور بعد میں اس مال کو مہنگے داموں میں فروخت کرتے ہیں اور اس طرح یہ دونوں طرح سے معاشرے کے دونوں طبقوں کا استحصال کرتے ہیں۔

> ''اسلام ہر فرد کو ذاتی نفع کے حصول کی اجازت دیتا ہے لیکن ان تمام راستوں کو بند کر دیتا ہے جن میں نفع دوسروں کو نقصان پہنچا کر یا ان کے استحصال کے ذریعے حاصل ہوتا ہے''[۱۶]۔

جب اونچے معیار کی زندگی اور عیش پرستانہ معاشرت کو نصب العین بنا کر اس کی ترغیب دی جاتی ہیں تو قدرتی طور پر انسان کی روحانی اور اخلاقی اقدار میں فرق آجاتا ہے اور نفع اندوزی کے حریص، کام چور اور عیش پرست طبقہ کو شہ ملتی ہے اور نقصان غریب عوام کا ہو جاتا ہے اور ناجائز دولت کی فراوانی سے اخلاقی اور روحانی اقدار میں بھی شدید قسم کا بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔

''انسان جائز ذرائع سے دولت کمائے۔ایسے ذرائع و وسائل سے معیشت کا بندوبست کرے جن کی بنیاد پر نہ تو وہ خالق کائنات کا باغی بنے اور نہ مخلوق خدا کے لیے ضرر رساں ٹھہرے''۔

زیادہ نفع کے لیے دوسرے کو نقصان پہنچانا عام سی بات بن چکی ہے۔شاہ ولی اللہ دھلویؒ لکھتے ہیں:

''چیزیں بنانے والوں اور استعمال کرنے والوں یا بیچنے والوں اور خریداروں کے درمیان ''انصاف'' ختم ہو چکا ہے اور زیادہ نفع حاصل کرنے اور ایک دوسرے کو مالی نقصان پہنچانے کا رجحان بڑھ گیا ہے''[۱۷]۔

ایسا شخص جو ناجائز نفع حاصل کرے وہ معاشرے کے لیے بہت سے مصائب پیدا کر سکتا ہے۔انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح سے بدامنی کا مرتکب ہوتا ہے۔

۱۰۔سمگلنگ:

سمگلنگ کے ذریعے معیشت کو اس قدر نقصان پہنچتا ہے کہ بعض اوقات سارا بجٹ اور اقتصادی نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔سمگلنگ کئی طریقوں سے کی جاتی ہے۔پہلی قسم

میں غیر قانونی راستے اپنا کر ایک ملک سے سامان دوسرے ملک میں لایا جاتا ہے اور اتنی زیادہ مقدار میں ہوتا ہے کہ اس کی قیمت فروخت گر جاتی ہے اور ملکی اشیاء کے مقابلے میں وہ سستا ہوتا ہے، اس لئے ملکی معیشت تباہ ہو جاتی ہے کیوں کہ لوگ مہنگائی، بے روزگاری اور دیگر وجوہات کی بناء پر سستی اشیاء خریدنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ دوسری قسم میں قانونی راستوں سے سمگلنگ کی جاتی ہے جس میں کسٹم والوں کو رشوت وغیرہ دے کر یا سفارش سے سامان گزارا جاتا ہے۔ ضروریات زندگی اور اشیائے خورد و نوش کی سمگلنگ کے علاوہ انسانی سمگلنگ کا کاروبار بھی عروج پر ہے۔ بچوں کو خاص طور پر اونٹوں کے ریس کے لئے مڈل ایسٹ کے ممالک میں سمگل کیا جاتا ہے اور انسانی جسم کے اعضاء کی سمگلنگ کے واقعات تو شرمناک حد تک بڑھ چکے ہیں۔ انسانوں کی اور انسانی اعضاء کی سمگلنگ تو بہت بڑا ظلم اور فطرت کی خلاف ورزی ہے اور ضروریات زندگی کی سمگلنگ کسی بھی معاشرے کے اقتصادی نظام کو تباہ کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ڈیوٹی فری شاپس، گرین چینل، باڑہ مارکیٹیں سمگلنگ کی اشیاء کی خرید و فروخت کا خاص مرکز ہیں کیوں کہ سمگلنگ بین الاقوامی تجارت ہی کی ناجائز صورت ہے۔

> ''سمگلنگ کا آغاز اس دن شروع ہو گیا تھا جب سے بین الاقوامی تجارت کا آغاز ہوا۔ ترقی یافتہ ممالک میں یہ معاشی بیماری بہت ہی معمولی مقدار میں ہے جب کہ ترقی پذیر ممالک میں سمگلنگ عام ہے۔ سمگلنگ سے مراد ٹیکس سے بچنے کے لیے غیر قانونی امپورٹ اور ایکسپورٹ ہے''۱۸۔

سمگلنگ سے ملکی پیداوار کی خرید میں زبردست کمی واقع ہوتی ہے اور پیداوار کے ذرائع اور کارخانوں وغیرہ میں شدید قسم کا نقصان ہوتا ہے جس سے بے روزگاری سے لے کر غربت اور پھر معاشرے میں بدامنی کا آغاز ہوتا ہے اور اس طرح سے ایک معاشی ترقی کا عمل بھی رک جاتا ہے۔

۱۱۔رشوت:

کسی کے مال اور مجبوری سے ناجائز طریقے سے فائدہ اٹھانے کی ایک عام صورت رشوت ہے۔رشوت کے معنی ہیں کوئی اپنی باطل غرض اور ناحق مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے کسی بااختیار شخص کو کچھ مال اسباب دے کر اسے اپنی طرف کرلے اور اس طرح اس کا ناجائز کام بھی ہوجائے۔دولت اور دنیا کے لالچ میں معمولی مال اور اسباب کے عوض اپنا دین ایمان بیچ دینا رشوت خوروں کا کام ہے۔آنحضرت ﷺ نے رشوت لینے اور دینے والے کو سزا کا حق دار ٹھرایاہے کیوں کہ دونوں اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔رشوت دینے والا ایک جرم کی اعانت کرتاہے اور جرم کی اعانت کرنا قانونی اور اخلاقی دونوں پہلوؤں میں براہے اور قابل تعزیر جرم بھی ہے اور رشوت لینے والا اپنے گھر والوں کو وہ رشوت میں لیاہوا مال نہیں کھلاتا بلکہ انہیں دوزخ کی آگ کھلارہاہوتاہے کیوں کہ جب حرام مال کا تھوڑا سا حصہ بھی انسانی پیٹ میں چلا جائے تو اس کے ذہن اور جسم دونوں پر شیطان کا قبضہ ہوجاتاہے اور وہ برائیوں کا مجموعہ بن جاتاہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

"لعن الله الراشي والمرتشي"

"عبداللہؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی لعنت ہے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر"۱۹۔

ارشادربانی ہے:

﴿ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوابها الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون﴾۲۰

ترجمہ: آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ اور نہ مال کو

حاکموں تک پہنچاؤ تا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو"۔

رشوت کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں:

"رشوت ہر اس معاوضہ کو کہتے ہیں جو کسی فرض منصبی کی ادائیگی یا کسی واجب کام کی انجام دہی یا ناحق و ناجائز کام کرنے کے لئے وصول کیا جاتا ہے اور وہ معاوضہ چاہے نقد رقم کی شکل میں ہو یا کسی دوسری چیز کی شکل میں مثلاً حکومت کا کوئی ادارہ جس کے عمال کے فرائضی منصبی میں داخل ہے کہ وہ عوام کے فلاں فلاں کام کریں اور ان عمال کو حکومت کی طرف سے تنخواہ بھی ملتی ہے چنانچہ وہ لوگوں سے بھی ان کاموں کا معاوضہ طلب کریں تو یہ رشوت ہے"[۲۱]۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا الذين ضل سعيهم فى الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا﴾[۲۲]۔

ترجمہ: آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی کرائی محنت سب گئی گزری ہوئی اور وہ (بوجہ جھل کے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

رشوت معاشی ترقی صحیح معنوں میں زوال کی جانب گامزن کر رہی ہے اس کی مہلک جراثیم معیشت کو آہستہ آہستہ تباہ کر رہے اور کا اثر پورے معاشرے پر بھی ہو رہا ہے۔

"ڈاکٹر عبدلرؤف" اس بارے میں لکھتے ہیں:

"رشوت کا سرطان کس برے طریقے سے ہماری معیشت کو تباہ کر رہا ہے اور کس طرح یہ بیماری خون میں سرایت کر کے دوسروں کی زندگی کو تباہ کر رہی ہے"[۲۳]۔

''ڈاکٹر یوسف القرضاوی'' رشوت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''رشوت یہ بھی ہے کہ مال صاحب اقتدار یا سرکاری ملازم کو پیش کیا جائے تا کہ اس کے حق میں یا اس کے حریف کے خلاف فیصلہ کرے یا اس کا کام کر دے یا اس کے حریف کے کام کو مؤخر کر دے''[۲۴]۔

رشوت کی یہ قسم جو آج کل معاشرے میں بہت عام ہے وہ یہ کہ اعلیٰ عہدیدار افسر کو اس کے گھر پر تحائف بھجوانا۔ یہ تحائف پھولوں پھلوں اور دیگر قیمتی ضروریات زندگی میں سے ہوتے ہیں۔ ایسے غیر واضح مجرم ہی معاشی ترقی میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ یہ دوسرے مجرموں سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں کیوں کہ یہ جرم کو فلسفیانہ طریقے سے کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ یعنی رات کی تاریکی کی بجائے دن کی روشنی میں سرکاری وردی کے بھیس میں جرائم کا ارتکاب ہوتا ہے اور خود جرائم کو روکنے والے اس جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ رشوت ہمارے معاشرے میں اس قدر عام اور پھیل چکی ہے کہ یہ معاشرے کا ہی ایک جزو دکھائی دیتی ہے مگر کئی غریب اور محتاج اس رشوت کی وجہ سے اپنے اصل حق سے محروم ہیں۔

۱۲۔ ٹیکس چوری:

ہر ملک اور ریاست اپنے اخراجات کی وجہ سے مختلف اشیاء کاروبار، زمین اور کارخانوں وغیرہ پر ٹیکس لگاتی ہے۔ اسباب تجارت پر ٹیکس لگایا جاتا ہے جو کہ اشیاء کی اصل قیمت کا جزو ہوتا ہے۔

''حکومت کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ ایک ٹیکس لگاتی ہے مگر بعض لوگ اس ٹیکس کو تاوان سمجھتے ہیں اور اپنے اوپر ظلم اور جبر خیال کرتے ہیں اور جس طرح سے بھی ممکن ہو سکے، وہ اس ٹیکس سے بچنا چاہتے ہیں اور اسی کو اپنا کمال سمجھتے ہیں کہ کسی بہانہ سے اپنی رقم بچالیں اور ٹیکس وصول کرنے والوں کی آنکھ میں دھول جھونک دیں'' ۲۵۔

معاشی بدحالی کا بنیادی سبب ٹیکس چوری ہے کیوں کہ اس سے وہ اخراجات پورے نہیں ہوتے جو معاشی ترقی کا باعث بنتے ہیں ۔معاشرے میں ایک بڑی تعداد اس جرم کی مرتکب ہو رہی ہے۔

''وزیراعظم نے اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سی بی آر CBR میں کرپشن کی وجہ سے ٹیکسوں کا مطلوبہ ٹارگٹ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ اور سرکاری خزانے میں مطلوبہ پیسہ جمع نہیں ہو رہا ہے ۔۔۔ پاکستان کے سابق وزیر خزانہ اور اقتصادی ماہر ڈاکٹر محبوب الحق نے سب سے پہلے یہ انکشاف کیا کہ مقتدر طبقات اور سی بی آر CBR کی ہر سطحی مشینیری کے کل پرزوں کی ملی بھگت سے پاکستان میں سالانہ ۱۰۰ ارب روپے سے ۱۵۰ ارب روپے کی ٹیکس چوری ہوتی ہے ۔۔۔ وطن عزیز میں ٹیکس دہندگان کی مجموعی تعداد ایک سے آدھ فیصد سے زیادہ نہیں ۔ٹیکس دہندگان کی کل تعداد ۱۶ لاکھ ۹۱ ہزار ۳ سو ۵۳ ہے ۔جن میں ۵ لاکھ ۴۴ ہزار ۵ سو ۷۶ سرکاری ملازم ہیں ۔۷ فیصد جاگیردار جو اپنی جاگیروں سے سات سو ارب سے زائد کمانے کے باوجود ایک پیسہ بھی ٹیکس نہیں دیتے ۔ایک ہزار سیاسی خاندان صرف ۲۲ لاکھ روپے ٹیکس دیتے ہیں'' ۲۶۔

ٹیکس دہندگان کی یہ نہایت شرم ناک اور افسوس ناک صورت حال ہے ۔معاشرہ اس وقت معاشی بدحالی سے دوچار ہے ۔ ملک میں غذائی بحران ہے۔مہنگائی میں روز بروز

اضافہ ہورہا ہے۔اندرونی خانہ جنگی کے علاوہ سرحدوں پر دشمن کا خطرہ ہے۔ان تمام خطرات سے نمٹنے کے لیے ملکی خزانے میں روپے کا ہونا بہت ضروری ہے۔برآمدات اور دیگر معاشی ترقی کے منصوبوں سے حاصل ہونے والا منافع ان خطرات سے نمٹنے کیلئے ناکافی ہے۔یہی وجہ ہے کہ معاشی طور پر معاشرہ بدحالی کا شکار ہورہا ہے۔

۱۳۔قمار بازی:

معاشرے میں قمار بازی بھی بدامنی کا باعث بنتی ہے، اسی کو جوا بھی کہا جاتا ہے۔جیسے دو شخص آپس میں اس شرط پر بازی لگائیں یعنی کھیلیں کہ اگر پہلا جیت گیا تو دوسرا ایک مخصوص رقم پہلے کو دے گا اور اگر دوسرا جیت گیا تو پہلا شخص اس کو رقم دے گا۔اس میں آسانی سے ایک کا مال دوسرے کا بن جاتا ہے اور اس میں کوئی خاص محنت اور مشقت بھی نہیں کرنی پڑتی۔آج کل ہمارے میں یہ کھیل بہت پھیل چکا ہے۔اسلام میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون﴾ [۲۷]۔

ترجمہ:اے ایمان والو! یقیناً شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیر ناپاک اور شیطانی کام ہیں۔سو تم ان سے باز آجاؤ تاکہ تم فلاح حاصل کرو۔

اس کو شیطانی کام اس لئے کہا گیا ہے کہ اس سے معاشرے میں دھوکہ فریب اور دوسروں کی کمائی پر نظر رکھنے اور اسے ہتھیا لینے کے مذموم جذبات پیدا ہوتے ہیں۔جوئے باز اکثر باہم لڑتے اور قتل وخون ریزی پر آمادہ ہوجاتے ہیں، جیتنے والا جواری کسی جائز استحقاق کے بغیر ہوشیاری اور دھوکے سے دوسروں کی دولت سمیٹتا ہے۔

''ہر وہ معاملہ جس میں کسی ایک فریق کا نفع دوسرے کے سراسر نقصان کا باعث ہو وہ جوا ہے اور جوا اپنی تمام اقسام سٹہ لاٹری وغیرہ کے حرام ہے'' ۲۸۔

کیوں کہ جس کا نقصان ہوتا ہے وہ بھی ہارنے والا حسد اور کینہ کا شکار ہو جاتا ہے۔اسی سے اختلاف اور بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے اور معاشرے میں اختلاف کی وجہ سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔

جوئے کی کئی اقسام ہیں، لاٹری بھی اس کا ایک حصہ ہے:

''جوئے کو ہم برا سمجھتے ہیں مگر بدقسمتی سے اس کی بہت سی قسمیں ہمارے تمدن کا جزو بن گئی ہیں ۔ یہاں تک کہ حکومت بھی ان سے کام نکالتی ہے ۔لاٹری کی تمام قسمیں جوئے ہی کی دلفریب اور خوشنما صورتیں ہیں'' ۲۹۔

''ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

''لاٹری بھی جوئے کی ایک قسم ہے'' ۳۰۔

تاش،شطرنج،سٹہ بازی سب جوئے کی اقسام ہیں ۔اس کے علاوہ جانوروں کی لڑائی پر، جانوروں کی دوڑ پر اور مختلف کھیلوں میں بھی جوا لگایا جاتا ہے۔ملک میں پائی جانے والی اہم صورت حال پر بھی باقاعدہ جوا لگتا ہے ۔آج کل کے زمانے میں تو ہر شے اور ہر کام پر جوا لگایا جاتا ہے اور یہ چند روپیوں سے لے کر لاکھوں تک کا ہوتا ہے۔

قمار بازی کے لیے باقاعدہ جانور خریدے جاتے ہیں اور پھر ان کی اسی حوالے سے پرورش کی جاتی ہیں۔اس مقصد کیلئے جانور کی پرورش کرنا ناجائز ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

''جو جانور قمار میں حاصل ہوا ہو وہ حرام ہے ۔ نہ اس کا ذبح کرنا جائز، نہ اس کا گوشت بیچنا جائز اور نہ کھانا جائز ہے'' [۳۱]۔

قمار بازی سے خود غرضی ، مادیت پسندی، حرص وہوس پیدا ہوتے ہیں۔ محنت ومشقت اور کسب حلال سے جی چرانا پیدا ہوتا ہے ہار جیت سے بغض ،عداوت جیسے مذموم اخلاق پرورش پاتے ہیں ۔اس کے نتیجے میں انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر زبردست قسم کا انتشار اور اندرونی کشمکش کی صورت حال پیدا ہوتی ہے جو معاشرے کا امن تباہ برباد کردیتی ہے۔

''غلام سرور قادری'' جوئے کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں:

''عہد جہالت میں تجارتی جوا کی چند شکلیں بیع ملابسہ ، بیع منابذہ ، اور بیع مصادر وغیرہ رائج تھیں جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا تھا۔ جدید نظام معیشت میں بھی جوئے کی یہ صورتیں لاٹری، ریس اور سٹہ وغیرہ کے مہذب ناموں کے ساتھ پائی جاتی ہیں جو اسلام کی نگاہ میں ممنوعہ ذرائع معاش میں شمار ہوتی ہیں'' [۳۲]۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس﴾ [۳۳]۔

ترجمہ: آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں ، کہہ دیجئے ان دونوں میں بڑی برائی ہے۔

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلوة فهل انتم منتهون﴾ [۳۴]۔

ترجمہ: شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمھیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے بچے رہو گے۔

اور اس جوئے کی وجہ سے ہی معاشرے میں لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے معاشرے میں بدامنی کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کیوں کہ یہ لڑائی جھگڑے بعض اوقات تشدد اور قتل و غارت تک پہنچ جاتے ہیں جس سے انتشار اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۴۔سود:

سود بدامنی کے معاشی اسباب کا سب سے بڑا اہم سبب ہے۔ اگر ایک شخص اپنا مال دوسرے کو قرض دیتا ہے اور یہ شرط طے کرتا ہے کہ اتنی مدت گزرنے پر وہ اس پر اتنی رقم زائد وصول کرے گا اسی زائد رقم کو سود کہتے ہیں جو محض مہلت کا معاوضہ ہے۔ اس طرح سود کی تعریف یہ ہوئی کہ قرض میں دیئے ہوئے مال پر جو زائد رقم مدت کے مقابلے میں شرط اور تعین کے ساتھ لی جائے وہ سود ہے۔ گویا سودی معاملہ میں یہ تین چیزیں پائی جاتی ہیں:

۱۔اصل مال پر اضافہ۔

۲۔اضافہ میں تعین کا مدت کے لحاظ سے کیا جانا۔

۳۔معاملہ میں اس کا مشروط ہونا۔

ہر وہ معاملہ قرض جس میں یہ تین اجزاء پائے جاتے ہیں، سودی معاملہ اور حرام ہے، خواہ قرض کسی پیداواری کام میں لگانے کے لئے حاصل کیا گیا ہو یا ذاتی ضرورت کے لئے۔ اور قرض لینے والا امیر ہو یا غریب سب صورتوں میں یہ حرام ہے، گناہ ہے اور جرم ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿واحل الله البيع وحرم الربا﴾[۳۵]۔

ترجمہ: اور اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

سود کی عام طور پر دو اقسام ہیں۔ پہلی قسم ''ربو النسیئۃ'' جس میں قرض میں دیئے ہوئے مال پر جو زائد رقم مدت کے مقابلہ میں شرط اور تعین کے ساتھ لی جائے۔ اور دوسری قسم ''ربو الفضل'' یعنی اس زیادتی کو کہتے ہیں جو ایک ہی جنس کی دو چیزوں کے دست بدست لین دین میں ہو۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

"لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه"

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کہ آنحضرت ﷺ نے لعنت کی سود کھانے والے پر اور کھلانے والے پر اور سود کے گواہوں پر اور سود کے لکھنے والے پر''[۳۶]۔

کیوں کہ وہ سب اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ اس کی وجہ سے لوگوں میں روپیہ جمع کرنے اور صرف اپنے ذاتی مفاد کی ترقی پر لگانے کا میلان پیدا ہوتا ہے۔ یہ معاشرے میں دولت کی آزادانہ گردش کو روکتا ہے بلکہ دولت کی گردش کا رخ الٹ کر نا داروں کی طرف پھیر دیتا ہے اور دولت سمٹ کر ایک طبقے کے پاس چلی جاتی ہے اور جو پورے معاشرے کے لئے بربادی کا باعث بنتی ہے۔

''ہم سود کو حرام اور ایک لعنت سمجھتے ہیں کیوں کہ مادی نظام میں فلاح ممکن نہیں۔ اس نظام میں حکمران طبقے یا ان کے عزیز و اقارب بینکوں کے نادہند ہو جاتے ہیں اور بینکوں کو دیوالیہ قرار دے دیا جاتا ہے جس سے نہ صرف حصص دار بلکہ کھاتے دار بھی تباہ حال ہو جاتے ہیں۔ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جب تک معاشرے سے بددیانتی۔ فراڈ، لوٹ مار اور سود جیسی بدعنوانیوں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا، اس وقت تک عوام اسلامی طرز معیشت کی طرف راغب نہیں ہوں گے''[۳۷]۔

علامہ حسین مظاہریؒ سود کے باری میں لکھتے ہیں:

''سود ایک ظلم ہے کیوں کہ سود ایک دوسرے کے استحصال کا ذریعہ ہے اور ایک قوم اسی ذریعہ سے دوسری قوم کو لوٹتی ہے۔ ایک فرد کا استحصال یوں ہوتا ہے کہ سود خور مقروض کے ساتھ خسارے میں شریک نہیں ہوتا اور نفع میں حصہ وصول کرتا ہے بلکہ مقروض کو نفع ملے یا خسارہ اٹھائے سود خور اپنا سود وصول کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے اکثر اوقات سود خور مقروض کو ذلت میں گرا دیتا ہے اور اس کی زندگی اجیرن ہو کر رہ جاتی ہے۔ دور حاضر میں یہ حقیقت بالکل آشکارا ہو چکی ہے کہ سودی لین دین نے عالمی اقوام کو کس بدبختی کا شکار کر رکھا ہے''۳۸۔

سود خوری یہ سمجھتا ہے کہ اس کے مال میں جو سود پر رقم دینے سے اور پھر وہ سود وصول کرنے سے اضافہ ہو گا۔ مگر حقیقتاً اس کے مال میں کمی ہوتی ہے اور وہ سود سے وصول کی گئی رقم کسی اور طریقے سے مجبوراً اسے خرچ کرنی پڑ جاتی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

''ابن مسعودؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص بہت سود کھاتا ہے تو اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس کا مال گھٹ جاتا ہے'' ۳۹۔

سود ایک بہت بڑی برائی ہے اور اس کا بہت بڑا گناہ ملتا ہے۔ ایک اور حدیث نبوی ﷺ ہے:

''عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا سود کے تہتر باب ہیں (یعنی تہتر گناہوں کے برابر)''۴۰۔

سود خواروں کیلئے اخرت میں بہت بری سزا ہے اس سلسلے میں حدیث نبوی ﷺ ہے:

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جس رات مجھ کو معراج ہوا، میں کچھ لوگوں پر سے گزرا جن کے پیٹ مکانوں کی مانند تھے۔ ان میں سانپ باہر سے نظر آتے تھے۔ میں نے کہا اے جبریل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں، انھوں نے کہا یہ سود خوار ہیں''[۴۱]۔

''سود جس کو یہودی نے دنیا میں پھیلا دیا ہے اس کی روح یہ ہے کہ صرف سرمایہ سرمائے کو پیدا کرتا ہے بغیر اس کے کہ صاحب مال محنت کرے یا مشارکت کرے اور عام کے ساتھ نقصان کے احتمال میں شریک ہو اور اس طرح نفع و نقصان دونوں میں تقسیم ہو جبکہ سودی لین دین میں یہ ہوتا ہے کہ سرمایہ دار کو اس چیز سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ دوسرے فریق کو نفع ہوا ہے یا نقصان ۔۔۔ یہ انصاف اور قانون زندگی و فطرت کے خلاف ہے''[۴۲]۔

سود کو ہر جگہ بہت واضح طور پر برا کہا گیا ہے کیوں کہ یہ معاشرے کو کئی قبیح گناہوں میں مبتلا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

''دیگر جرائم (چوری، ڈاکہ، فریب، جھوٹ) کی نسبت اس جرم کی نوعیت کو زیادہ واضح کیوں کیا گیا ہے۔ اس کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کے دور رس خطرناک نتائج تک انسانوں کے عقول کی رسائی نہیں ہو سکتی''[۴۳]۔

۱۵۔ گداگری:

گداگری کا پیشہ بھی معاشرے میں بدامنی کا مرتکب ہوتا ہے۔ بعض لوگ کسی قسم کی بھی محنت و مشقت نہیں کرتے، کوئی کام کرنے یا تلاش معاش میں زمین کے مختلف حصوں میں آنے جانے سے گریز کرتے ہیں اور وہ جسمانی لحاظ سے بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتے ہوئے بھی دوسروں کے آگے دست سوال دراز کرنے سے ذرا نہیں ہچکچاتے۔ ایسے لوگ ہمارے معاشرے

میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور گداگر کہلاتے ہیں۔ بعض دفعہ نہایت صحت منداور توانا نوجوان مردوعورت بھیک مانگتے دکھائی دیتے ہیں، اس کے علاوہ اس پیشہ میں ملوث بعض ایسے منظّم گروہ بھی ہیں جومنافع بخش کارو بار کے طور پر کام کرتے ہیں حالاں کہ بلاضرورت مانگنے سے اسلام میں سختی سے منع کیا گیا ہے۔ آنحضور ﷺ کی حدیث کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ ہر وقت مانگنے والے شخص کے چہرے پر قیامت والے دن ذرا گوشت نہ ہوگا۔

ان لوگوں کو مانگ کر کھانے کی عادت پڑ جاتی ہے اسی لئے یہ محنت سے کام جی چراتے ہیں۔ آج کل معاشرے میں ان کی تعداد میں خطرناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے۔ اس میں بعض گروہ ایسے بھی ہیں جو بچوں کو اغوا کر کے انہیں معذور اور اپاہج بنا دیتے ہیں اور پھر ان بچوں سے بھیک منگواتے ہیں۔ یہ لوگ بے کس، غریب، اور مجبور مردوں اور عورتوں کو بھی اپنے ان مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں، لیکن گداگروں کی زیادہ تعداد دوسروں کا مال کھانے اور خود محنت نہ کرنے والوں کی ہوتی ہے اور انہیں سمجھانے اور اس سے باز رہنے کے لئے اگر کہا جائے تو وہ بالکل نہیں مانتے۔

''جہاں تک گدار گروں کا تعلق ہے جب وہ دوسروں کا محنت سے کمایا ہوا مال حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ مشقت اٹھاؤ اور تم بھی دوسروں کی طرح کام کرو اور انھیں کچھ نہیں دیا جاتا تو وہ لوگوں کا مال اینٹھنے کے مختلف حیلے بہانے اختیار کرتے ہیں اور اپنی بے کاری کے لئے مختلف عذر تلاش کرتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو اپنے بچوں کو ساتھ لے کر مکاری سے اندھوں کی ایک جماعت بنا کر نکلتے ہیں تا کہ لوگ انھیں معذور جان کر کچھ دیں۔ کچھ وہ ہیں جو اپنے آپ کو اندھے یا اپاہج یا دیوانے ظاہر کرتے ہیں تا کہ لوگوں کے اندر جذبہ ترحم پیدا ہو اور وہ انہیں کچھ دے دیں''[۴۴]۔

یہ لوگ معاشی ترقی میں بالکل بھی ساتھ نہیں دیتے الٹا معاشی ترقی میں مخل ہوتے ہیں اور جگہ جگہ ان کی موجودگی اور تنگ کرنا معاشرے میں امن کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

۱۶۔عاملین کا استحصال:

بدامنی کے معاشی اسباب میں ایک اہم سبب عاملین کا استحصال بھی ہے۔سرمایہ دار کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ منافع کمائے۔وہ چاہتا ہے کہ سارا منافع اس کی تجوریوں میں جمع ہوجائے ،خصوصا مزدور طبقہ ان جاگیرداروں اوراجارہ داروں کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔وہ مزدوروں کو کم سے کم اجرت دے کر زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ عاملین کا استحصال ایک بڑا جرم اور گناہ ہے۔مزدوروں کو اس کی مزدوری صحیح وقت پر اور مکمل ملنی چاہیئے کیوں کہ یہ اس کا حق ہے۔

''مزدور کسی بھی ملک کی ترقی کی گاڑی کا ایک پہیہ ہوتے ہیں جبکہ دوسرا پہیہ سرمایہ دار ہوتا ہے۔اگر مزدور کو خوش رکھا جائے جس کا وہ بجا طور پر اہل بھی ہے وہ خوش اسلوبی سے کام کرے گا جس کے نتیجے میں ملکی معیشت ترقی کرے گی۔مگر بدقسمتی سے یہ طبقہ بھی کمزوروں اور غریبوں کی طرح ہمیشہ سے مالدار، کارخانہ دار اور زمیندار کے استحصال کا شکار رہا ہے''[۴۵]۔

عاملین کو جب مناسب اجرت اور معاوضہ نہیں ملے گا تو اس کے اخراجات میں معاشی تنگی آتی ہے۔یہی مزدور طبقہ معاشی مسائل کی وجہ سے یا تو جرائم کی طرف مائل ہوجاتا ہے اور اگر جرائم سے روکا جاتا ہے تو یہی لوگ خودکشی یا خودسوزی پر مجبور ہوجاتے ہیں۔اس صورت میں عاملین کے استحصال کی وجہ سے بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے، یہ ایک بڑا معاشی بگاڑ ہے۔

''اس وقت صنعتی مزدور اور کاشتکار جن مشکلات میں گرفتار اور جن مسائل سے دو چار ہیں ان کی وجہ معاشی نظام کی خرابیوں کا ذمہ دار وہ بگڑا ہوا نظام زندگی ہے جس کا یہ معاشی نظام محض ایک جز ہے جب تک یہ پورا نظام زندگی نہیں بدلے گا اس کے نتیجہ میں معاشی نظام بہتر نہ ہوگا۔ اس طرح محنت کش طبقہ کی موجودہ مشکلات رفع نہیں ہوسکتیں''۴۶۔

''الیکسس کیرل'' اپنی کتاب ''انسان نامعلوم'' میں کہتا ہے کہ:

''صنعتی زندگی کی تنظیم میں مزدوروں کی عقلی اور عضویاتی حالت پر کارخانے کے اثرات کو قطعاً نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ موجودہ صنعت اس اصول پر قائم ہے کہ کم سے کم اخراجات میں زیادہ زیادہ پیداواری کی جائے تاکہ فرد یا گروہ زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹ سکے۔ اس اصول کو وسعت تو دی گئی مگر ان انسانوں کی طبیعت پر غور نہیں کیا گیا جو مشینیں چلاتے ہیں اور ان اثرات کے بارے میں بھی نہیں سوچا گیا جن کو صنعتی زندگی پیدا کرتی ہے اور کارخانے انھیں افراد اور ان کی اولاد پر مسلط کرتے ہیں''۴۷۔

ان سے جو حالات پیدا ہوتے ہیں وہ ایک معاشرے کے لیے قطعاً اچھے نہیں ہوتے اور ایسے افراد جو ان حالات کے ذمہ دار ہیں انھیں اس کی سزا ضرور ملنی چاہیے کیوں کہ وہ معاشرے کے دشمن ہیں۔

''جو افراد یا گروہ استحصال دولت سے ایسے حالات پیدا کر دیں جن سے ملک میں بے کاری و محرومی عام ہو اور جو عامۃ المسلمین کی ہلاکت کا سبب بنیں تو ایسے افراد یا گروہ فساد فی الارض کے جرم کے مرتکب ہونے کی وجہ سے قرآنی حکم کے مطابق پوری انسانیت کے قتل کے مرتکب قرار پائیں گے''۴۸۔

۱۷۔اسراف وفضول خرچی:

اسراف سے مراد ایسا طرز عمل ہے جو صحیح انسانی اور اسلامی طرز عمل سے ہٹا ہوا ہو۔صرف مال اور استعمال ملکیت کے حوالہ سے اس کے معنی یہ ہیں کہ جو غرض کم مال واملاک سے پوری ہوسکتی ہو، اس پر جان بوجھ کر زائد مقدار میں مال واملاک خرچ کرنا۔صرف مال عموما ضروریات، آسائشات اور تعیّشات کے لئے کیا جاتا ہے۔

اسراف سے مالی وسائل کا بے دریغ ضیاع عمل میں آتا ہے۔معاشرہ میں عیاشیانہ ٹھاٹھ باٹھ کے ساز وسامان کی طلب بڑھتی ہے اور ملکی سرمایہ ان ہی کی پیداوار کے لیے مختص ہوجاتا ہے ۔عوام الناس کی حقیقی ضرورت کی اشیاء پیدا کرنے کے لئے سرمایہ کی قلت پیدا ہوجاتی ہے اس لئے ان کی رسد کم یاب ہوجاتی ہے اور قیمتیں چڑھ جاتی ہیں۔اس کے لئے ''اسراف'' اور ''تبذیر'' دو الفاظ استعمال کئے جاتی ہیں ۔اسراف جائز اشیاء پر خرچ میں حد اعتدال سے بڑھ جانے کو کہتے ہیں جب کہ شریعت کی اصطلاح میں ''تبذیر'' ایسا خرچ ہے جو شریعت میں ممنوعہ چیزوں پر کیا جائے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ولاتبذرتبذیرا ☆ ان المبذرین کانوااخوان الشیاطین ﴾

۴۹ـ

ترجمہ: اور مال کو ادھر ادھر نہ پھینکتے پھرو، درحقیقت فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔

''علامہ ماوردی'' اسراف وتبذیر کے باہمی فرق پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کمیت یعنی مقدار خرچ میں حد اعتدال سے تجاوز کرنا اسراف ہے اور یہ ثبوت ہے ان عائدشدہ حقوق کی مقدار سے جہالت کا جو اس کے ذمہ ہیں اور کیفیت یعنی مواقع خرچ میں حد سے تجاوز کا نام تبذیر ہے اور یہ شہادت ہے ان مواقع صرف سے نادان بننے کی جو صحیح اور حق مواقع ہیں'' ۵۰۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین﴾ ۵۱۔

ترجمہ: کھاؤ، پیو اور اسراف نہ کرو، بلاشبہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

''خدا کا دیا ہوا مال فضول، بے موقع مت اڑاؤ، فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کر دے جو آگے چل کر تغویت حقوق اور ارتکاب حرام کا سبب بنے'' ۵۲۔

اسراف کے چار پہلو ہیں:

ا۔ مقدار و معیار کے اعتبار سے حد اعتدال سے تجاوز کرنا۔

۲۔ اہم تر ضروریات کو نظر انداز کر کے غیر اہم امور پر مال صرف کرنا۔

۳۔ معاشرہ کے عام معاشی حالات کے لحاظ سے بے جا اخراجات۔

۴۔ صرف و خرچ میں اسراف و تبذیر معیشت فاسدہ کی علامات ہیں۔ نمود و نمائش پر خرچ کرنا، شادی بیاہ کی غیر شرعی رسموں پر حد سے تجاوز کرنا۔ بیماری یا وفات کی صورت میں بڑھ چڑھ کر دنیا کو دکھانے اور متاثر کرنے کے لئے خرچ کرنا۔ چھوٹی چھوٹی تقریبات پر حد اعتدال سے بڑھ جانا آج کل عام ہے۔

آج کل معاشرے میں کئی غیر شرعی رسمیں رائج ہیں:

''بچہ پیدا بھی نہیں ہوتا کہ مسرفانہ مراسم ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور جب تک وہ

بوڑھا ہو کر دنیا سے رحلت نہیں کر جاتا اس وقت تک بلکہ اس کے بعد بھی ان مراسم کی انتہا نہیں ہونے کو آتی''۵۳۔

سب سے زیادہ دردناک اور افسوس ناک صورتحال شادی بیاہ کی رسوم کی ہے، امیر اور دولت مند خوب بڑھ چڑھ کر اس میں اسراف اور فضول خرچی کرتے ہیں جو کہ سراسر نمود ونمائش کے زمرے میں آتی ہے۔اس طرح غریب لوگوں کے دلوں میں احساس محرومی اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور وہ بھی شادی بیاہ کے موقعوں پر ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے اپنی جائیدادیں بیچ کر اور سود پر قرضہ لے کر محض نام ونمود کے لئے یہ سب کرتے ہیں اور پھر کئی سالوں تک اس قرضے کو اتارنے میں لگے رہتے ہیں۔ان رسومات کے علاوہ عام ضروریات زندگی میں بھی تعیّشات حد سے بڑھ چکی ہیں۔

''ایک ایسے معاشرے میں جہاں متوسط اور سفید پوش طبقہ مہنگائی اور تنگ دستی کے ہاتھوں معاشرے کے افق سے ناپید ہو رہا ہے وہاں امیر لوگوں کے لئے شہروں میں بیش قیمت کاریں۔رہنے کے لئے ٹھاٹھ باٹھ اور عظیم الشان بنگلے نظر آتے ہیں۔اسراف وتبذیر کا یہ عالم ہے کہ ایک سروے رپورٹ کے مطابق پاکستان کی ۳۸ ارب ڈالر کی مقروض قوم روزانہ ۱۸ کروڑ کے سگریٹ اور ۴ کروڑ کے پان نگل جاتی ہے۔۱۵ کروڑ روپے کی چائے پی جاتی ہے۔۳ کروڑ کے مشروبات پیئے جاتے ہیں۔خواتین میک اپ اور بناؤ سنگھار پر روزانہ ایک کروڑ صرف کر دیتی ہیں۔گزشتہ سال صرف لاہور میں ۳۰ کروڑ روپے کا گوشت کھایا گیا۔دلچسپ بات یہ ہے کہ اس فضول خرچی میں درمیانہ طبقہ بھی شامل ہے۔اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان جہاں بے روزگاری اور غربت کے ہاتھوں خودکشی کرنے والوں کی تعداد میں گزشتہ پانچ سال میں چار گنا اضافہ ہوا ہے وہاں امیر وڈیرے ۵ ارب روپے کی عیاشی کرتے ہیں۔پاکستان میں ۹۳ فیصد چھوٹے کسان صرف ۳۷ فیصد زمین کے مالک ہیں۔غربت اور قرضوں میں جکڑی ہوئی قوم شادی بیاہ، سالگرہ کی تقریبات۔بسنت، جوئے، ہوٹلنگ، میلوں ٹھیلوں اور مختلف

نشستوں پر جتنی رقم خرچ کرتی ہے وہ بلا مقابلہ کھربوں سے کم نہیں'' ۵۴۔

اسراف انسان کو بتدریج عیش کوش اور بے ہمت بنا دیتا ہے اور یوں معاشرہ کی افراد قوت مضمحل ہو جاتی ہے جو انسانی سرمایہ کے ضیاع کی ایک قبیح شکل ہے۔

انہی اسباب کی وجہ سے معاشرے میں بدامنی پھیل چکی ہے۔ غیر مساوی تقسیم دولت کی وجہ سے معاشرے کا تقریبا ہر فرد نالاں نظر آتا ہے۔ معاشی ناہمواری کی وجہ سے معیشت کا پہیہ آگے بڑھنے کی بجائے اسی جگہ کھڑا گھوم رہا ہے۔ دولت کی ہوس نے انسانوں میں سے خود غرضی اور لاقانونیت کی صورت حال پیدا کردی ہے۔ رشوت، سمگلنگ۔ ذخیرہ اندوزی نے معاشی نظام کو غیر مستحکم کر دیا ہے۔

سود جیسی لعنت کی وجہ سے ہی ہمارا منافع سارا سود ادا کرنے میں لگ جاتا ہے اور بات پھر وہی کی وہی رہ جاتی ہے۔ آج کل جو نمود ونمائش کا چکر شروع ہو چکا ہے اس کی لپیٹ میں سارا معاشرہ ہی آ چکا ہے۔ اپنی دولت کو اور بڑھا چڑھا کر دکھانا اور جن کے پاس نہیں ہے وہ مزید احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور پھر دولت کو حاصل کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ احساس محرومی جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو پھر یہ نہیں دیکھی جاتی کہ کون اس کے آگے آرہا ہے۔ انسان کے اندر کی کشمکش سارے رشتے ناتے بھلا دیتی ہے اور وہ صرف اپنی غرض تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ دولت کی خاطر وہ کیا کچھ نہیں کرتا چوری، ڈاکے، فراڈ، غبن، اغواء، قتل، بم دھماکے صرف اور صرف خود کو دولت مند کہلانے کے لئے وہ یہ سب کچھ کرتا ہے تاکہ وہ ان چیزوں کو حاصل کر سکے۔ پہلے جن کے لئے وہ ساری زندگی ترستا رہا ہے ۔فضول خرچی کا حد سے بڑھ جانا اخلاقیات کی بھی حدود سے آگے بڑھ جانا بجائے یہ کہ پڑوسی کو دیکھے وہ بھوکا تو نہیں سو رہا۔ انسان فضول خرچی کی انتہا تک پہنچا ہوا ہے۔ مسلمان تو ایک عمارت کی طرح جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط بناتی ہے مگر یہاں پر عمارت ہی کی بنیادوں ہلانے میں مصروف رہتے ہیں اور اپنی اپنی غرض کی وجہ سے دوسرے کا کوئی پرسان حال نہیں

۔مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں اگر ایک حصے میں درد ہوتا ہے تو سارے جسم میں درد ہوتا ہے لیکن اگر ایک گھر فاقوں مر رہا ہے یا کوئی ساتھ والے گھر میں بیمار ہو تو ہمسائے میں دعوتیں اڑائی جا رہی ہوتی ہیں جن میں آدھے سے زیادہ کھانا ضائع کیا جا رہا ہوتا ہے اور خوب شور وغل کی محفلیں برپا ہوتی ہیں ۔دوسرے کا احساس جیسی خوبیاں معاشرے سے ہٹتی جا رہی ہیں اور معاشرہ اس وقت عجیب دوراہے پر کھڑا ہے ۔آج ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں میں انسانیت کو زیادہ کیا جائے۔

یہ تمام اسباب جو بدامنی کا باعث بنتے ہیں خواہ وہ معاشی ہوں یا سیاسی ،اخلاقی ہوں یا روحانی ،ہر طرح کے اسباب کو ختم کرنا ہے بلکہ ان کو ان کی جڑ سے ختم کرنا چاہیئے اور مسلمان ہوتے ہوئے یہ امید ہے کہ ان برائیوں کا معاشرے سے ضرور سد باب ہوگا کیوں کہ مایوسی گناہ ہے اور مایوس قومیں کبھی بھی ترقی نہیں کرسکتیں اور ہم نے اس معاشرے کو ہر لحاظ سے مثالی معاشرہ بنانا ہے جس طرح کا معاشرہ آنحضور ﷺ کے زمانے میں تھا۔خلفائے راشدینؓ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تھا کیوں کہ ہمیں ان کی تعلیمات کا مضبوط سہارا ہے جو ہمیں اس کی گہرائی سے باہر نکال سکتا ہے اور معاشرے میں سے بدامنی کی جڑیں ختم کر کے ان کی جگہ امن کی بیج بو سکتا ہے اور یہی وقت کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سورۃ الاعراف آیت ۸۵۔

۲۔ گورایہ یوسف محمد ''نظام زکاۃ اور جدید معاشی مسائل'' ص ۱۳۹ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔

۳۔ سورۃ ھود آیت ۸۴

۴۔ سورہ شعراء آیت ۱۸۱

۵۔ سورۃ ھود آیت ۸۵

۶۔ مسلم بن الحجاج ''صحیح مسلم'' جلد اول کتاب الایمان ص ۱۳۰۔

۷۔ سورۃ المطففین آیت ۱۔۳۔

۸۔ محمد بن مکرم، جمال الدین ''لسان العرب'' جلد چہارم ص ۲۰۸ دار صادر بیروت ۱۹۵۵۔

۹۔ پوری عمر، حسن عبدالغفار ''انتخاب حدیث'' ص ۲۹۱، اسلامک پبلیکشنز لاہور ۱۹۷۴۔

۱۰۔ ابن تیمیہ احمد ابو العباس، تقی الدین امام ''اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں'' ص ۴۱۔

۱۱۔ مسلم بن الحجاج ''صحیح مسلم'' جلد چہارم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ ص ۱۴۳۔

۱۲۔ ندوی احسن، جلیل، مولانا ''راہ عمل'' ص ۱۰۴، اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۲۔

۱۳۔ شاہین، بخش، رحیم ''اقبال کے معاشی نظریات'' ص ۱۰۴۔

۱۴۔ سیوہاروی، حفظ الرحمٰن، مولانا ''اسلام کا اقتصادی نظام'' ص ۶۴ مکتبۃ امدادیہ ملتان ۱۹۵۱۔

۱۵۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابوعبداللہ امام ''سنن ابن ماجہ شریف'' مترجم علامہ وحیدالزمان خان، جلد دوم ابواب التجارات ص۱۴۲ اہل حدیث اکادمی لاہور۔

۱۶۔ خورشید احمد، پروفیسر ''سوشلزم یا اسلام'' ص۳۲۴ مکتبہ چراغ راہ کراچی ۱۹۶۹

۱۷۔ علوی احمد، مستفیض، ڈاکٹر مضمون ''نظام معیشت میں اسلامی اصول'' روزنامہ جنگ لاہور ص ۷، ۲۷ جون ۲۰۰۳ء۔

۱۸۔ شاہ ولی اللہ ''حجۃ اللہ البالغۃ'' جلد دوم ص ۳۳۵۔

۱۹۔ بٹ، طارق مضمون ''سمگلنگ ختم کئے بغیر اقتصادی ترقی کا خواب'' روزنامہ نوائے وقت لاہور ص ۵، ۲ نومبر ۱۹۹۹۔

۲۰۔ ابن ماجہ ''سنن ابن ماجہ شریف'' جلد دوم ص ۱۹۴۔

۲۱۔ البقرہ آیت ۱۸۸۔

۲۲۔ حسین مزمل مضمون ''رشوت'' روزنامہ جنگ کراچی ص ۷، ۱۹ مارچ ۱۹۸۴۔

۲۳۔ الکہف آیت ۱۰۴۔۱۰۳۔

۲۴۔ عبدالرؤف، ڈاکٹر ''بدعنوانی اور رشوت ستانی'' ص ۴۷ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشرز لاہور ۱۹۷۷۔

۲۵۔ القرضاوی، یوسف، ڈاکٹر ''اسلام میں حلال وحرام'' ص ۳۸۵۔
مترجم: شمس پیرزادہ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔

۲۶۔ میاں محمد، ''دور حاضر کے سیاسی اور اقتصادی اور اسلامی تعلیمات واشارات'' ص ۱۵۴۔

۲۷۔ اداریہ روزنامہ دن لاہور ۵ اپریل ۱۹۹۹۔

۲۸۔ سورۃ المائدہ آیت ۹۰۔

۲۹۔ ندوی عبدالقیوم ''التجارۃ فی الاسلام'' ص ۱۴۰، کتاب خانہ پنجاب لاہور۔
۳۰۔ میاں محمد، ''دور حاضر کے سیاسی اور اقتصادی اور اسلامی تعلیمات واشارات'' ص ۶۷۔
۳۱۔ القرضاوی ''اسلام میں حرام وحلال'' ص ۳۸۵۔
۳۲۔ تھانوی علی، اشرف، مولانا ''امداد الفتاویٰ'' جلد چہارم ص ۲۶۲، دارالعلوم کراچی۔
۳۳۔ قادری سرور ''معاشیات نظام مصطفیٰ'' ص ۱۵۔
۳۴۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۱۹۔
۳۵۔ سورۃ المائدہ آیت ۹۱۔
۳۶۔ سورہ البقرہ آیت ۲۷۵
۳۶۔ ابن ماجہ ''سنن ابن ماجہ شریف'' جلد دوم ص ۱۸۳۔
۳۷۔ شہید سید قطب، سید ''الاسلام ومشکلات الحضارۃ''
مترجم: ساجد الرحمٰن صدیقی ''اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل'' ص ۱۱۹، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۱۹۸۶۔
۳۸۔ گورایہ ''نظام زکوۃ اور جدید معاشی مسائل'' ص ۳۶۔
۳۹۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۶۔۲۷۔
۴۰۔ سیوہاروی ''اسلام کا اقتصادی نظام'' ص ۶۹ بحوالہ روح المعانی جلد پندرہ ص ۵۹۔
۴۱۔ سورۃ الاعراف آیت ۳۱۔
۴۲۔ عثمانی، احمد، بشیر، مولانا ''فوائد القرآن'' سورۃ بنی اسرائیل ص ۳۶۸۔
۴۳۔ ندوی عبدالقیوم ''التجارۃ فی الاسلام'' ص ۱۲۵۔۱۲۴۔
۴۴۔ رپورٹ ''جنگ سنڈے میگزین'' ص ۲۴، روزنامہ جنگ لاہور ۱۵ اپریل ۲۰۰۱۔

۴۵۔ جمیل محمد مضمون ''ربو کی ہر شکل مٹانا ہوگی'' روزنامہ لاہور ص ۵ مارچ ۱۹۹۹ء۔

۴۶۔ مظاہری حسین علامہ ''اقتصادی نظاموں کا تقابلی جائزہ'' مترجم سید محمد تقی نقوی۔ جلد دوم ص ۱۵۰ امامیہ پبلیکیشنز لاہور ۱۴۱۱۔

۴۷۔ ابن ماجہ ''سنن ابن ماجہ شریف'' جلد دوم ص ۱۸۳۔

۴۸۔ حوالہ ایضا جلد دوم ص ۱۸۲۔

۴۹۔ حوالہ ایضا جلد دوم ص ۱۸۲۔

۵۰۔ القرضاوی یوسف ڈاکٹر ''ربو اور بنک کا سود'' ص ۴۶۔
مترجم عتیق ظفر انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد۔

۵۱۔ گیلانی احسن مناظر مولانا اسلامی معاشیات ص ۳۳۱، دارالاشاعت کراچی ۱۹۴۵ء۔

۵۲۔ القرضاوی ''اسلام اور معاشی تحفظ'' ص ۴۹۔

۵۳۔ غفاری محمد نور ڈاکٹر ''نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی'' ص ۳۷۰۔ دیا سندھ پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۱ء۔

۵۴۔ مودودی معاشیات اسلام ص ۳۹۵۔